رشتۂ الفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تو
پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے
(اقبال)

خطبۂ استقبالیہ

جو

ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو صدر مجلس استقبالیہ

نے

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے اجلاس امرتسر

میں پڑھ کر سنایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروردگار عالم کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ آج ہم برادرانہ جذبات و احساسات سے معمور ہوکر ایک مقام پر جمع ہو رہے ہیں۔ تاکہ قوم کے منتشر قوائے کو ایک مرکز پر لانے کی تدبیر سوچیں مسلمانانِ ہندوستان کی تاریخ میں غالباً یہ پہلا موقع ہوگا۔ کہ مختلف خیال اور مختلف عقائد رکھنے والی اسلامی جماعتوں کے نمائندے قوم کی ڈوبتی ناؤ کو سہارا دینے کے لئے اس طرح دوش بدوش بیٹھے ہوں۔ باشندۂ امرتسر ہونے کی حیثیت سے میرے لئے یہ امر موجبِ صد فخر و مباہات ہے۔ کہ مختلف اسلامی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی پہلی کوشش میرے شہر میں ہو رہی ہے۔ اور احزاب الاسلام کے چیدہ چیدہ رہنماؤں نے امرتسر کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا ہے۔

خیر مقدم

میں سب سے پہلے آپ حضرات کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

جنہوں نے موسم کی خرابیوں کے باوجود مدعوین کانفرنس کی دعوت پر لبیک کہا۔ اور دور و دراز کی مسافتیں طے کر کے اس مقام پر تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی۔ برادرانِ محترم! میری طرف سے اور کانفرنس کے مدعوین اور مسلمانانِ امرت سر کی طرف سے اپنی تشریف آوری اور زحمت کشی پر دلی شکریہ قبول فرمائیں اور مسلمانانِ امرتسر کی غریبانہ میزبانی کو شرفِ قبولیت بخشیں۔ جو آپ کی خدمت بابرکت میں اخوتِ اسلامی اور محبتِ دینی کے پُر از خلوص ہدیہ کے سوا کوئی ایسی شے پیش نہیں کر سکے جو آپ حضرات کی بلند شخصیتوں کے قابل ہوتی۔

ملکی حالت

حضراتِ محترم! میں چند لمحوں کے لئے آپ کی توجہ کو ملک کی موجودہ حالت کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ اس وقت ملک کے اندر جماعت بندی اور تفرقہ بازی کا جو بازار گرم ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس تفریق و تشتت کا یہ اثر ہو رہا ہے۔ کہ ملک کی تمام سرگرمیوں پر ایک پُر سکوت جمود کا عالم طاری ہے۔ اور کسی طرف زندگی کی خفیف سی حرکت بھی نظر نہیں آتی۔ ملک کی پُر جوش اور پُر زور تحریکِ آزادی جس سے میری مُراد تحریکِ ترکِ موالات ہے۔ ملتوی کی جا چکی ہے۔ یہ تحریک اپنے مقصد و مدعا کے حصول میں اگرچہ پوری طرح کامیاب نہ ہو سکی۔ لیکن اس کی برکت سے جمہورِ ہندوستان کے اندر جو سیاسی بیداری

پیدا ہو چکی ہے۔ اور اہلِ ملک کو اپنی غلامی اور بے بسی کا جو عام احساس ہونے لگا ہے۔ وہ تاریخِ ہندوستان میں ہمیشہ یادگار رہیگا۔ اِس تحریک کی بدولت آج ہم ہندوستان کے بچے بچے کی زبان سے سوراج کا مطالبہ سُن رہے ہیں۔ اور اہلِ ملک کے اندر حصولِ آزادی کی ایک عام خواہش دیکھ رہے ہیں۔ ملک کی دوسری سیاسی تحریکیں بھی اپنے اپنے نظامِ عمل کو کامیاب و کامگار سمجھنے کی مدعی نہیں ہو سکتیں۔ صرف سوراجیہ جماعت اپنے مخصوص پروگرام میں کسی حد تک کامیاب ہونے کا دعوےٰ کر سکتی ہے۔ آج ملک کی سیاسی فضا میں ہر طرف ایک عام خواہش پائی جاتی ہے۔ کہ کسی طرح مختلف سیاسی جماعتیں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ اور ملک کے لئے کوئی نئی راہِ عمل نکالیں۔ تاکہ آزادی کی منزلِ مقصود کی طرف جس میں کسی کو اختلاف نہیں اتحاد و یگانگت کے ساتھ قدم اٹھا سکیں۔

فرقہ وارانہ نیابت

بدقسمتی سے ملک کے اندر فرقہ وارانہ نیابت کا مسئلہ ایسا پیدا ہو گیا ہے۔ جس کے حل کئے بغیر شاہراہِ آزادی پر آگے کی طرف قدم بڑھانا کسی قدر غیر ممکن نظر آ رہا ہے۔ اس مسئلہ کے پیدا کرنے کی ذمہ واری تمامتر برادرانِ وطن ہنود کی اس جماعت پر عائد ہوتی ہے۔ جس نے عین اُس وقت جبکہ تحریکِ حریت کا آفتاب اپنے نصف النہار کو پہنچ چکا تھا۔ شدھی اور سنگھٹن کی دو بڑی رکاوٹیں

ملک کے راہِ آزادی میں لا کر کھڑی کر دیں۔ اور سیاسی فضا کو مکدّر کرنا شروع کر دیا۔ یہ تحریکیں اسی سرزمینِ پنجاب کی پیدائش ہیں جہاں برادرانِ وطن کی اقلیت مسلمانوں کی اکثریت کے غصب کردہ حقوق سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہ تھی۔ اور جس نے اپنے جماعتی اغراض و مقاصد کے لئے ہندو قوم کے اندر دو زبردست جماعتیں پیدا کر کے رکھ دیں۔ ان دونوں جماعتوں میں سے ایک تو وطن کی آزادی اور قومیت متحدۂ ہند کی تعمیر کی دھن میں سرگرم عمل رہی۔ لیکن دوسری جماعت قومیت کے آسمانِ رفیع و بلند سے گر کر جماعت پرستی کے قعرِ مذلّت میں جا گری۔ کہا جاتا ہے۔ کہ سنگھٹن کی تحریک ہندوؤں کی اندرونی اصلاح و تنظیم کے لئے جاری کی گئی تھی۔ لیکن اگر معاملہ یہیں تک رہتا تو کوئی ہرج کی بات نہ تھی۔ کیونکہ بلاشبہ ہندوستان کی مختلف قوموں کو اپنی جداگانہ تنظیم و اصلاح کا حق حاصل ہے۔ اور بعض جماعتی امور ایسے ہیں۔ جن کو خود وہی قومیں بطریقِ احسن سرانجام دے سکتی ہیں۔ مثلاً سکھوں کو لیجئے۔ اصلاحِ گوردوارہ کا معاملہ صرف اُنہی سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اُنہوں ہی نے اپنی منشا و مرضی کے مطابق اسے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ اسی طرح ہندوؤں، مسلمانوں اور ملک کی دیگر قوموں کے بعض معاملات خود اُنہی کی جداگانہ توجہ اور سعی کے محتاج ہیں۔ اور اُن کو حق حاصل ہے۔ کہ جس طرح چاہیں آزادی کے ساتھ ان کا تصفیہ اور انصرام کریں۔ لیکن مجھے نہایت رنج و افسوس کے ساتھ کہنا پڑیگا۔ کہ سنگھٹن کی تحریک اس مخصوص دائرہ کے اندر محدود نہیں رہی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ

تحریک کمزور ہندو قوم کے لئے ایک مدافعانہ حربہ کی صورت میں اختیار کی گئی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ مدافعت وحفاظت کی ضرورت کن لوگوں کے مقابلہ میں لاحق ہوئی۔ اگر غیر ملکی حکومت کے مقابلہ میں مدافعت کی ضرورت تھی۔ تو اس کے لئے متحدہ قومی تحریکیں موجود تھیں۔ اس وقت بیرونِ ملک سے بھی ہندو قوم کے مفاد وحقوق پر کسی حملہ کا خطرہ نہیں۔ پھر اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ تحریک سات کروڑ مسلمانانِ ہند کے مقابلہ میں شروع کی گئی ہے جو اپنی قلیل تعداد اور تعلیمی اور اقتصادی کمزوریوں کے باعث برادرانِ وطن کے لئے کسی خطرہ کا موجب نہیں بن سکتے۔ غور سے دیکھا جائے۔ تو اس تحریک کے اندر پنجاب کی تنگ دل اور اور تنگ نظر ہندو جماعت آریہ سماج کی طاقت کارفرما نظر آئے گی۔ جو اپنے تازہ جوش۔ نئی امنگوں اور نئے ولولوں سے معمور ہو کر مسلمانوں کے حقوق کی پامالی پر تلی ہوئی ہے۔ اور جس کے بڑے بڑے کارکنوں کی ناپسندیدہ سرگرمیوں نے سنگھٹن کی تحریک کو مسلمانوں کے خلاف ایک جارحانہ اقدام بنا رکھا ہے۔ آریہ سماج کی ان جارحانہ سرگرمیوں کے خلاف مہاتما گاندھی سے محتاط اور صداقت شعار شخص کو بھی آواز بلند کرنی پڑی۔ مجھے مہاتما جی کے ان ارشاداتِ گرامی کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو انھوں نے اس جماعت کے متعلق اپنے اخبار "ینگ انڈیا" کے صفحات پر ظاہر کئے تھے۔ اور جن کے خلاف آریہ سماجیوں کے درمیان ایک عالم رستخیز برپا ہوگیا تھا۔

پنجاب کے اندر ملک وقوم کی تحریکِ آزادی کو کچلنے کی ذمہ دار

یہی جماعت ہوئی۔ جس کے ارکان قومیت پسندانِ وطن کا ساتھ چھوڑ کر محض ہندو پرستی کی دھن میں لگ گئے۔ اس جماعت کی قومیت سوز سرگرمیوں کا اثر شدہ شدہ سارے ہندوستان کی فضا کو مکدر و ماؤف کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اور اس کام میں یو۔ پی۔ کے دماغ نے پنجاب کی اس سینہ زور جماعت کا جو ہاتھ بٹایا۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ متھرا میں شتابدی کے موقعہ پر سماجی نوجوانوں کے جارحانہ طریقِ عمل کے خلاف پنڈت مالوی اور سوامی شردھانندجی کو بھی صدائے احتجاج بلند کرنی پڑی۔ جو انہوں نے سناتن دھرمی ہندوؤں کے خلاف اختیار کر رکھا تھا۔ ہندو سنگھٹن کے بڑے رہنما لالہ لاجپت رائے کو بھی سماجیوں کی اس جارحانہ روش پر نقطہ چینی کرنے کی ضرورت پیش آگئی۔ اور انہیں بھی طویل سلسلۂ مضامین میں اپنی جماعت کی بے اعتدالیوں کا اعتراف کرتے ہی بن آئی۔ جو حال ہی میں اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ یہی شکایت مسلمانوں کو سماجیوں اور سنگٹھنیوں کے خلاف ہے۔ کہ وہ اپنی زبان اور قلم کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ اور اپنے دل آزار اور اشتعال انگیز رویہ سے عام مسلمانوں کے درمیان خواہ مخواہ ہیجان پیدا کرتے رہتے ہیں۔

حال ہی میں پنڈت موتی لال نہرو نے صاف الفاظ میں اس امر کی تصریح کردی ہے۔ کہ پنجاب کونسل کے اندر کوئی سوراجیہ جماعت نہیں۔ اور جو جماعت سوراجی ہونے کی مدعی ہے۔ وہ محض ہندو مہا سبھا کی نمائندہ جماعت ہے اور بس۔ قومیتِ متحدہ ہند کا بیخوف ناخ

بھی جس کی دائمی مفارقت پر آج سارا ہندوستان متفقہ طور پر رنج والم کے آنسو بہا رہا ہے۔ میری مراد دیش بندھو چترنجن داس آنجہانی سے ہے۔ سنگھٹن کی دُور از کار سرگرمیوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھتا تھا۔ میں اس جماعت کی مختلف النوع چالوں اور سرگرمیوں کا پول مسلسل سلسلۂ مضامین میں کھول چکا ہوں۔ جو "ہندو مہاسبھا کی حقیقت" کے عنوان سے اخبار "تنظیم" میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس وقت کی فرصت مقتضی نہیں کہ مثال کے طور پر بعض واقعات کو پیش کروں۔ جو اس جماعت کی جارحانہ سرگرمیوں پر دال ہوں۔

دوسری تحریک شدھی کی تحریک ہے۔ اصولی حیثیت سے ہم مسلمانانِ ہندوستان اس امر کو تسلیم کرنے کے لئے طیار ہیں۔ کہ ہر قوم کو جائز حدود کے اندر رہ کر مذہبی تبلیغ اور دھارمک پرچار کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن برادرانِ وطن نے شدھی کی تحریک کو جس سپرٹ کے ساتھ شروع کیا۔ وہ مستحسن نہیں کہی جا سکتی۔ اس تحریک سے ان کا مقصد و مدعا اپنے مذہب کی صداقت کا ثبوت بہم پہنچانا اور مذہب کا نشوو ارتقا کرنا نہیں بلکہ محض سیاسی اغراض و مقاصد کے لئے تعداد و شمار کا بڑھانا متصوّر ہے۔ برادرانِ وطن کی اس جماعت نے اپنے مزعومہ مقاصد کے لئے پروپیگنڈا کا جو طریق اختیار کر رکھا ہے۔ وہ بھی سخت قابلِ اعتراض ہے۔ طرح طرح کی دروغ بافیوں اور غلط بیانیوں سے کام لینا اور واقعات اور بیانات کو مسخ کر کے اپنی روشنی میں پیش کرنا اس جماعت کا شیوہ ہو گیا ہے۔ اس جماعت کے

مخصوص جرائد نے مسلمان رہنماؤں اور عام مسلمانوں کے خلاف ایک منظم پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ اور ان کے خلاف بے بنیاد اور از سر تا پا لغو بیانات شائع کئے جاتے ہیں۔ قائدینِ اسلام کے انٹرویوز بھی اس جماعت کے پروپیگنڈا کرنے والوں کی بے پناہ دست برد سے محفوظ نہیں رہتے۔ اور اس بات میں نہ تو مولانا محمد علی کو مستثنیٰ سمجھا جاتا ہے۔ اور نہ کوئی اور اسلامی رہنما دروغ بافیوں اور غلط بیانیوں کے بے پناہ حملوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ یہ جماعت ہر بات میں ہندو و مسلم کا سوال پیدا کر دیتی ہے۔ اور اس کا پروپیگنڈا یہاں تک کامیاب ہو چکا ہے۔ کہ مقدمات میں ہندو قوم کے تعلیم یافتہ اشخاص۔ بیرسٹر۔ ڈاکٹر اور ممبرانِ کونسل تک بھی جھوٹی شہادتیں دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ تاکہ مسلمانوں کو من حیث القوم یا من حیث الفرد نقصان پہنچا کر اپنا دل خوش کریں۔ مسلمانوں کو اس جماعت سے شکایت ہے۔ اور بجا طور پر شکایت ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مسلمان برادرانِ وطن کی نیتوں اور ارادوں کی طرف سے غیر مطمئن اور پریشان ہو رہے ہیں۔

مسلمانوں کی حالت

حضارِ محترم! اب میں آپ کی توجہ کو مسلمانوں کی حالتِ زار کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ جو اندرونی انتشار اور باہمی تفریق کے باعث تعلیم و تمدن اور اقتصاد و معاشرت کے میدانوں میں اپنی ہمسائہ قوموں سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ سیاسی حیثیت

سے دیکھا جائے۔ تو مسلمانوں کے اندر بھی مختلف سیاسی عقائد رکھنے والی جماعتیں نظر آئیں گی۔ لیکن جہاں تک جدوجہد آزادی کا تعلق ہے۔ میں بڑے دعوے سے کہوں گا۔ کہ مسلمان کسی قوم سے پیچھے نہیں رہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ مسلمان تحریکِ آزادی کی جدوجہد میں محض غیر ملکی اسلامی ملحوظات کو پیشِ نظر رکھ کر شامل ہوئے تھے۔ لیکن ۱۹۱۹ء میں جب مہاتما گاندھی نے رولٹ ایکٹ کے خلاف پہلے پہل ستیہ گرہ کی تحریک کا عَلم بلند کیا تھا۔ اور مسلمانوں نے اس تحریک کا پورا پورا ساتھ دیا تھا۔ اُنہیں کونسی غیر ملکی ضرورت پیش آ رہی تھی۔ جو اُن کی شمولیت کی محرک ہوئی۔ اس کے بعد جب ۱۹۲۱ء میں تحریکِ آزادی کا نیا دَور شروع ہوا۔ تو مسلمان میدانِ جدوجہد میں پیش پیش نظر آنے لگے۔ اُنہوں نے تحریکِ ترکِ موالات کو فروغ دینے میں جو حصہ لیا۔ اس سے تاریخ کبھی انکار نہیں کر سکتی۔ اس دور میں مسلمانوں کی تمام سرگرمیاں قومی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ اور خلافت کا مسئلہ بھی ایک متحدہ قومی مسئلہ بن چکا تھا۔ کانگریس خود اس مسئلہ کو اپنے قومی مطالبات میں شامل کر چکی تھی۔ اس دَور میں مسلمانانِ ہندوستان کا سب سے بڑا قومی نظام یعنی نظامِ خلافت ہر گام پر کانگریس کے دوش بدوش رہا۔ مجلس خلافت کوئی جداگانہ اسلامی انجمن نہ تھی۔ اس کے دروازے ہر قوم کے لئے کھُلے ہوئے تھے۔ برادرانِ ہنود کو تمام فیصلوں اور جلسوں میں برابر شریک کیا جاتا تھا۔ اور ان میں کسی قسم کی دُوئی یا تفریق کا ذرہ بھر اظہار نہ ہوتا تھا۔ آج بھی

مسلمان وطن کی آزادی و فلاح کے لئے کسی سے پیچھے نہیں۔ اور ہر تحریک میں اخلاص و نیک نیتی کے ساتھ شامل ہونے کے لئے آمادہ ہیں۔ لیکن وہ صرف اتنا چاہتے ہیں۔ کہ برادرانِ وطن کے جارحانہ سرگرمیاں رکھنے والے فرقہ کے مقابلہ میں انہیں اپنے حقوق کی محافظت کا یقین دلا دیا جائے۔

خدا کے فضل و کرم سے مسلمانانِ ہندوستان کے غیر ملکی اسلامی معاملات بہت بڑی حد تک اصلاح پذیر ہو چکے ہیں۔ اور جو باقی رہ گئے ہیں۔ ان کے جلد تصفیہ ہو جانے کی توقع ہے۔ اگرچہ ابھی تک خلافت کا مسئلہ مسلمانانِ عالم کی توجہ کا محتاج ہے۔ لیکن ترکی اپنے زورِ بازو کے ثمرات یعنی آزادی کے نعم سے پوری طرح مستفیض ہو رہا ہے۔ اور غازی عبدالکریم کی برق صاعقہ فرانس و ہسپانیہ کے خرمن پر جو پے درپے آتشباریاں کر رہی ہے۔ انہوں نے شمالی افریقہ کے اندر اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی زبردست توقع پیدا کر دی ہے۔ ایران و افغانستان بھی اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر آزاد و خود مختار عالم کی صف میں شریک ہو چکے ہیں۔ ابھی تک جزیرۃ العرب اور بلادِ مقدسہ کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہوا۔ لیکن توقع کی جاتی ہے۔ کہ سالِ رواں کے اندر اندر مسلمانانِ عالم کی ایک کانفرنس مکہ معظمہ یا کسی اور بڑے اسلامی شہر میں منعقد ہو گی۔ جس میں سرزمینِ حجاز میں قیامِ امن و امان کا خاطر خواہ انتظام طے ہو جائے گا۔ جسے سلطان ابن سعود کی کفر سوز تلوار نے غیر ملکی اثر و رسوخ اور غدارانِ اسلام کی لعنت سے پاک کر کے دنیائے

اسلام پر زبردست احسان کیا ہے۔ اس مسئلہ کے ساتھ ہی خلافت کے مستقبل کے متعلق بھی کوئی خاطر خواہ فیصلہ ہو جائیگا۔ جسے مسلمانانِ عالم بطیبِ خاطر منظور کر سکیں گے۔

اس وقت ہمیں اپنی اندرونی اصلاح کی اشد ضرورت لاحق ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کے افتراق و تشتت کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ہر جماعت نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنا رکھی ہے۔ تکفیر و تفضیل کی گرم بازاری نے ساری قوم کو اصلاحی امور کی طرف سے روگردان کر رکھا ہے۔ اور افتراق و انشقاق کا وہ عالم ہے۔ کہ مسلمان اپنی اپنی جگہ پر اقتصادی ادبار کے بوجھ کے نیچے پسے چلے جا رہے ہیں۔ اس تفریق و تجزیہ کے باعث مسلمانوں کا کوئی کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ ہم اپنی اس پھوٹ کا افسوسناک تماشہ حلقۂ ارتداد کے میدان میں دیکھ چکے ہیں۔ جہاں پر باہمی تفریق کے باعث کوئی کام نہ ہو سکا۔ اور جو لوگ ملکانوں کو پنجۂ غیر سے نجات دلانے کے لئے گئے تھے۔ باہمی جنگ و جدال کا شکار ہو گئے۔ ان حالات کے اندر جب کہ ہمیں اپنے اندرونی جھگڑوں کی طرف سے فرصت نہ ہو۔ قوم کی بہتری اور اصلاح کی طرف توجہ کا مبذول ہونا غیر ممکن اور محال نظر آتا ہے۔ اس وقت قوم کی توانیں بٹی ہوئی ہیں۔ اس کے قوے منتشر ہو رہے ہیں۔ اور کوئی کام ایسا نہیں۔ جسے ہم باحسن وجوہ سرانجام دینے اور چلانے کے دعویدار ہو سکیں۔ کتنے کام ہیں۔ جو مسلمانوں کی

شترکہ اور متحدہ توجہ کے محتاج اور دست نگر نظر آ رہے ہیں۔ ایک طرف مساجد اپنی بے کسی اور بے لبسی کی نوحہ خواں ہیں۔ تو دوسری جانب اوقاف قوم کی بے توجہی کا راز پکار پکار عالم آشکارا کر رہے ہیں۔ اس وقت اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اور اطراف واکناف ملک سے آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ کہ مسلمان اپنی بکھری ہوئی طاقت کو ایک مرکز پر جمع کریں۔ اور اپنے منتشر قوے کو ایک نقطہ ر ماسکہ پر لے آئیں۔ تاکہ قوم کی بگڑی ہوئی حالت کی اصلاح ہو سکے۔ اور مسلمانانِ ہندوستان قعر ذلت کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔

تنظیم کا پروگرام

برادران ملت! ہمارے اس اجتماع کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ ہم اپنی قوم کے منتشر و متفرق اجزا کی شیرازہ بندی کریں اور سوچیں کہ قوم کی فلاح و بہبود کے لئے کون سے راستے وضع کئے جا سکتے ہیں جن پر ہم سب دوش بدوش ہو کر چلیں اور ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالکر گامزن ہوں۔ یا برادرانہ تقسیم کار کر کے ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے ہوئے منزل مقصود تک پہونچیں۔ قومی تنظیم کا پروگرام ایک مدت سے قوم کے سامنے پیش ہو چکا ہے۔ جو نہ تو برادران وطن کے جوش رقابت کے خیال سے متاثر ہو کر وضع کیا گیا اور نہ ہی ان کی جارحانہ سرگرمیوں کی مدافعت کے لئے جوابی حربہ کے طور پر اس کی طیاری عمل میں لائی گئی۔ ابھی یہ پروگرام مجلس مرکزیہ خلافت کے سامنے پیش نہ ہوا تھا کہ میں اور مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مشورہ کے لئے مہاتما گاندھی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جستجو کی تھی کہ ان سے اس پروگرام کے بے لوث بے ضرر۔ اور مبرا از غرض ہونے کی تصدیق کرالائے میں اس وقت پروگرام کی تفصیلات کے اعادہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کیونکہ خلافت کانفرنس بلگام کے خطبہ صدارت میں اسکی پوری وضاحت کی جا چکی ہے۔ قوم کی ذمہ دار اسلامی انجمنیں اس پروگرام پر اپنی پسندیدگی کی مہریں ثبت کر چکی ہیں اور خلافت اور لیگ کے اجلاس میں اسکی کامیابی تائید ہو چکی ہے لیکن

ابھی تک اس پروگرام کو جامہ عمل پہنانے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی سب سے پہلے یہ پروگرام مجلس خلافت کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ یہ وہ جماعت تھی جو اپنے عدیم النظیر نظام اور فقید المثال جوش عمل کے ساتھ مسلمانوں کے درمیان حریت و آزادی کا ایک زبردست احساس پیدا کر چکی تھی اور جس کی سرگرمیوں نے سلطنت برطانیہ کے قصر اقتدار و استعمار میں زلزلہ ڈال رکھا تھا۔ لیکن اس جماعت کے کارکنوں کی ذہنیت جو زیادہ تر ہنگامی اور تخریبی کاموں کی طرف مائل ہو چکی تھی اس ٹھنڈے پروگرام کو قبول نہ کیا۔ اس لئے یہ کام آج تک شروع نہ ہو سکا۔

مسلم لیگ نے بھی جس نے اپنی سرگرمیوں کو کونسل اور اسمبلی ہی کے معاملات تک محدود کر رکھا ہے اس پروگرام پر ہاتھ نہ ڈالا تنظیم قومی کے سلسلہ میں ہمارے سامنے بہت سے اہم امور درپیش ہیں جن کا حل حیات قومی کو برقرار رکھنے کا کفیل ہو سکتا ہے ہمیں سب سے پہلے اپنی مساجد کی اصلاح کرنا ہے تاکہ مساجد قوم کی زندگی میں اپنے حقیقی فرض منصبی پورا کرنے لگیں اور مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تدریس کا مرکز بنیں جہاں مذہبی تعلیم کے ساتھ ہی علوم جدیدہ اور غیر ملکی زبانوں کی تعلیم و ترویج کا خاطر خواہ انتظام ہو اور ہر مسجد کے ساتھ ایک نائٹ اسکول کھولا جائے۔۔۔۔۔۔

مساجد کے اندر کتب خانوں اور دار المطالعہ کا بھی انتظام کر دیا جائے تاکہ مسلمان فائدہ اٹھا سکیں اور وہاں یتامی و بیوگان کے رجسٹر رکھے جائیں تاکہ انکی خبر گیری کی جاسکے اور سب سے بڑھکر یہ کہ مساجد

اپنے اپنے حلقۂ اثر میں پنچایت کا مرکز بنیں تاکہ مسلمانوں کی معاشرتی اور اقتصادی اصلاح کے کام بھی اسی کے ذریعہ انجام پائیں اور مساجد کی پنچایتیں باہمی تنازعات کا تصفیہ کرانے کے علاوہ شادی بیاہ کی فضول رسوم کی بیخ کنی میں بھی کوشاں رہیں

پھر ہمیں اپنے اوقاف کی طرف توجہ مبذول کرنا ہے تاکہ اس لاکھوں اور کروڑوں روپیہ کی آمدنی کو تعمیر ملت کے کار خیر میں صرف کریں جو ان اوقاف کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے اور آجکل اوقاف کے متولیوں کی بدنظمی کے باعث سراسر ضائع جا رہا ہے۔ اگر ہم اوقاف کی آمدنی کا خاطر خواہ انتظام کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو آج مسلمانو تمام قومی کام نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ چل سکتے ہیں۔

پھر ہمیں قوم کی گری ہوئی اقتصادی حالت کو سنبھالنا ہے اور زراعت پیشہ مسلمانوں کی دستگیری کی تجاویز پر غور کرنا ہے جو روز بروز اقتصادی بوجھ کے نیچے دبے چلے جا رہے ہیں اور سسک سسک کر جان توڑ رہے ہیں۔

ہمیں مسلمانوں کو تجارت اور صنعت و حرفت کی ترغیب دلانا ہے اور قوم کے نونہالوں کے لئے تجارتی اور صنعتی اسکولوں کو قائم کرکے انہیں زمانہ حاضرہ کی زندگی کے راز سے آگاہ کرنا ہے۔

ہمیں تعلیم نسواں کی طرف بھی توجہ مبذول کرنی ہے تاکہ ہماری عورتیں امور خانہ داری سے بخوبی واقف ہونے کے علاوہ مردوں کی دست و بازو بنیں

ہمیں گداگری اور بیکاری کے علاج کے لئے زکوٰۃ و صدقات کا بھی انتظام کرنا ہے تاکہ قومی بیت المال سے خیرات۔ گھر اور کارخانے قائم کئے جائیں

اور قومی اکثریت کا انسداد ہو۔ ہمیں قوم کی اقتصادی اور معاشرتی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کواپریٹو سوسائٹیوں اور بنکوں کے افتتاح و قیام کی تدابیر پر بھی غور کرنا ہے تاکہ مسلمان دوسروں کے دست نگر نہ رہیں اور اقتصادی طور پر کسی کے غلام نہ ہونے پائیں ان کے علاوہ اور بہت سے امور ہیں جو تنظیم قومی کے شاندار پروگرام سے تعلق رکھتے ہیں اور جنکی تفصیل خلافت کانفرنس بلگام کے خطبۂ صدارت میں بالتشریح بیان کی جاچکی ہے۔

حضرات محترم! کتنے بڑے بڑے کام ہیں جو اسوقت ہمارے سامنے درپیش ہیں اور جو متحدہ اور مشترکہ فیصلہ کے بغیر طے نہیں ہوسکتے آج ہمارے اجتماع کا مقصد وحید یہ ہے کہ ہم ان کاموں کو سرانجام دینے کے لئے کوئی راہ عمل سوچیں اور غور کریں کہ تمام پیچیدہ مسائل کا حل کس طرح مل سکتا ہے؟ مختلف حصص سے مختلف خیالات کا اظہار کیا جارہا ہے۔ بعض لوگ ایک متحدہ مجلس ملیہ بنانے کے حامی ہیں جس میں ہر جماعت اور ہر فرقہ کے نمایندے شامل ہوں۔ اور جو قوم کے لئے راہ دکھانے والے دماغ کا منصب ادا کرتی رہے۔

بعض حضرات تجویز کرتے ہیں کہ مختلف جماعتیں مختلف کاموں کو اپنے درمیان تقسیم کرلیں اور اذیت خاموشی سے اپنے اپنے مفوضہ فرائض کو سرانجام دیتی رہیں کسی جماعت کو دوسری کے ساتھ تعرض نہ ہو شلاً مجلس خلافت بیرون ہند کے اسلامی معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور مسلم لیگ کونسل اور اسمبلی کی نیابت کا انتظام کرے

اس وقت تنظیم کے پروگرام کے لئے کوئی جماعت نظر نہیں آتی جو پوری آمادگی کے ساتھ اسے جامۂ عمل پہنانے کو طیار ہو۔ آج ہم اس بات کا تصفیہ کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ تنظیم کے ضروری اور لازمی پروگرام کو کس جماعت کے سپرد کیا جائے یا اس پروگرام کو جامۂ عمل پہنانے کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا جائے:۔

اپیل

حضرات محترم! ہم قوم کی زندگی کا بہت سا قیمتی وقت بالوں اور ہنگامی کاموں میں صرف کر چکے ہیں اب ضرورت ہے کہ ہم ٹھوس تعمیری کام شروع کر دیں۔ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ قوم کے درمیان تنظیم و اتحاد کی ایک عام خواہش پائی جاتی ہے، ہمارے عوام ہماری متحدہ اور مشترکہ آواز پر لبیک کہنے کے لئے آمادہ و مستعد ہیں۔ وہ اپنی گوناگوں مشکلات سے تنگ آچکے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح ان مشکلات سے عہدہ برآ ہوں اس وقت صرف چند مخلص پرجوش۔ ہمت ور ایثار پرور اور صابر کارکنوں کی ضرورت ہے جو اس سرد مگر ٹھوس کام کو مضبوط ارادوں اور مستقل عزائم کے ساتھ شروع کر دیں اور اللہ کے فضل و کرم پر بھروسا کرتے ہوئے تعمیر ملت کا سنگ بنیاد رکھیں

حضرات! اب وقت آگیا کہ ہم اللہ کا نام لیکر اٹھیں اور ملت کے اوراق پریشاں کی شیرازہ بندی شروع کر دیں:۔

تنظیم کی مشترکہ ضرورت کے لئے ہم اپنے سیاسی اور فروعی اختلافات کو خاطر میں نہ لائیں۔ اور اپنے اپنے عقاید پر خلوص نیت سے قایم رہتے ہوئے قوم کے مشترکہ بیڑے کو پار لگانے کی کوشش کریں۔ جہاں ہمیں ایک دوسرے سے اختلاف ہو وہاں ہم مزاحمت سے پرہیز کریں۔ لیکن مشترکہ کاموں کے لئے اتحاد اور اشتراک عمل کی ایک مثال قائم کر کے دکھادیں۔

آؤ ہم کام کو کام سمجھ کر شروع کر دیں اور ایک دوسرے سے کہہ دیں کہ اگرچہ ہمارے سیاسی عقائد میں اختلاف ہے؟ اگرچہ ہمارے مذہبی خیالات میں تفاوت ہے تاہم تعمیر ملت کے مشترکہ کام میں ہم سب ایک ہیں ہمارے مقاصد واحد ہیں اور ہماری موت و حیات ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے۔

حضرات! اس وقت ہمارے سامنے جو اہم امور درپیش ہیں اور جن پر ہمیں متحدہ اور مشترکہ روشنی میں غور و خوض کرنا ہے ان میں سے چند ایک کو میں تفصیل وار آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

اول حصول سوراج اور اسکی جد وجہد کا مسئلہ ہے جس کیلئے ہم مسلمانوں کو متفقہ آواز سے کہدینا چاہئے کہ ہم ہندوستان کے لئے صحیح معنوں میں سوراج کی حکومت کے حامی ہیں جس کا حصول اتحاد ہندو مسلم کے بغیر ناممکن ہے:۔

ہم مسلمانان ہندوستان کو اعلان کر دینا چاہئے کہ ہم سوراج کے حامی ہیں اور حسب استعداد و توفیق اس کے لئے جدوجہد

کرنے کے لئے طیار ہیں :-

دوم اتحاد ہندو مسلم کا مسئلہ ہے جس کے متعلق ہمیں صاف لفظوں میں اعلان کر دینا چاہئے کہ ہم برادران وطن کی اس جماعت کے ساتھ پوری طرح متحد و متفق ہیں - جو ہماری جانب اخوت و مودت کا ہاتھ بڑھا رہی ہے - . . . .

لیکن دوسری جماعت کے ساتھ جو ہر بات میں مسلمانوں کے مخالف رہتی ہے ہم اس وقت تک اتحاد کرنے کو طیار نہیں جب تک وہ اپنی جارحانہ اور معاندانہ سرگرمیوں کو خیر باد نہیں کہتی :-

سوم ہمارے سامنے تبلیغ کا مسئلہ ہے جسے یا تو احزاب الاسلام کی متحدہ سعی و جہد کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور یا تقسیم کار و تقسیم حلقہ جات کے ذریعہ اس کی عقدہ کشائی ممکن ہو سکتی ہے :- . . . .

تاکہ خود مختلف احزاب الاسلام کے درمیان تصادم واقع ہو جانے کی نوبت نہ آئے -

چہارم سرزمین حجاز کے آئندہ نظم و نسق کا مسئلہ ہے جس کے لئے حزب الوطنی حجاز کی طرف سے آیا ہوا ایک وفد بھی اس وقت ہمارے درمیان موجود ہے -

ہمیں اس مسئلہ کے متعلق بھی متحدہ طور پر کوئی قطعی فیصلہ کرنا ہے تاکہ آئندہ کے لئے اختلاف و انتزاع کے پیدا ہونے کا احتمال باقی نہ رہے -

حضرات محترم! آج ایک دنیا کی نگاہیں

آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں جو دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ اس عاجز و درماندہ قوم کے لئے جسکے قوائے منتشر ہو رہے ہیں کیا علاج سوچتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ ہی کے فیصلوں پر مسلمانوں کی آیندہ زندگی کے سود و بہبود کا انحصار ہے اور آج آپ کو تعمیرِ ملت کے قصرِ عظیم کا سنگِ بنیاد رکھنا ہے۔

مجھے امید ہے کہ قوم کے درد مند دل اور صاحب فرد دماغ ان مشکلات سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکیں گے:۔

خاتمۂ سخن پر میں باری تعالیٰ کی بارگاہ میں بعجز و الحاح دعاگو ہوں کہ وہ ہم سب کو ایک راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

وہ مسلمانوں کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو یکجا جمع کرنے کی طاقت مرحمت کرے اور قوائے ملت کو ایک ہی سلک میں منسلک کر کے ہماری متحدہ اور مشترکہ مساعی میں برکت ڈالے

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ

آمین

برحمتک یا رب العالمین